معاشی ترقی میں نوجوانوں کا کردار عصر حاضر کے تناظر میں
(سیرت طیبہ کی روشنی میں)

ڈاکٹر آسیہ رشید*

حافظ مسعود اظہر**

Islam enlightens the thinking and visions of Muslim youths because of this they are not week either the mission is difficult. The life of the Holy Prophet ﷺ is the illumination of guidance for us. Due to him such society flourished that become ideal society. The social structure of humans is known as society. There is need of some key attributes for the accuracy and quality of social life and to make it calm and pleasant. Especially it is very important that the youth characterized these attributes. If in society do not take care about these attributes so the social life is the target of trouble confusion and hardship. Then condition of society is the same as the west is dealing today. The role and responsibilities of youth is most important for the betterment of society and establishment of Islamic and pleasant society. Without his Islamic character and speech, morality and good deeds the betterment of society and existence of Islamic culture is failed and incomplete. Which specialties are required to be the favorable person of the society in modern time? Because of them Muslim nation move towards social developmentand advancement through positive thoughts and policy of both society and youth. The youth of today's Muslims society is fulfilling the right of his qualities as it must be or not. In this article attempt has been made to know such causes and reasons and what should be the role of youth for the social progress in the light of biography of Holy Prophet (S.A.W) so society be reform. In this article the social role and responsibilities of youths will be discussed.

عصر حاضر میں نوجوانوں کو درپیش معاشرتی مسائل اوران کی وجوہات

معاشرہ عاشر یعاشر کا مصدر ہے اس سے مراد افراد کا وہ مجموعہ ہے جو باہم مل جل کر رہتے ہیں۔(1)

معاشرہ باب تفاعل عاشر یعاشر سے اسم فاعل کا صیغہ ہے جس کے معنی باہم مل جل کر رہنا ٗجیسے ''اعتشریا تعاشرالقوم'' ایک دوسرے کے ساتھ رہنا(2)۔

*اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، نمل یونیورسٹی، لاہور کیمپس، لاہور۔

**مدیر جامعہ سعیدیہ، خانیوال۔

انگریزی میں اسے "Society" کہا جاتا ہے Social mode of living, A social community(3)

مثلاً Society has a right to expect people to obey the law (4)

انسان پیدائش سے لیکر موت تک معاشرے کا محتاج ہے چونکہ اجتماعیت کے بغیر انسانی زندگی ناممکن ہے اس لئے انسان مل جل کر رہنا پسند کرتا ہے۔ مل جل کر رہنے سے خاندان اور پھر اسی سے معاشرے وجود میں آتے ہیں۔ دراصل معاشرے مختلف بنیادوں پر قائم ہوتے رہے ہیں مثلاً برادری، قوم، زبان، مذہب اور جغرافیائی حدود وغیرہ۔ انسانی تاریخ میں جتنے معاشرے تشکیل پاتے ہیں ان میں تقریباً یہی عوامل کارفرما رہے ہیں۔ انسان کی اجتماعی زندگی پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس نے اپنی زندگی میں دو امور کو پیش نظر رکھا ہے۔ ایک یہ کہ وہ اس طرح زندگی بسر کرے کہ اس کی اپنی ذات کی تکمیل ہو۔ دوسرے یہ کہ ایسے اصول وضوابط تیار کرے جن کے ذریعے وہ باقی انسانوں کے ساتھ خوشگوار تعلقات قائم کرنے میں کامیاب ہو جائے۔ معاشرہ میں خاندان کا اہم رکن نوجوان ہوتے ہیں۔

کسی بھی معاشرے کی تعمیر وترقی اور بناؤ و بگاڑ میں نوجوان کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔ انسان کی اجتماعی زندگی کی درستگی وخوبی اور اس کے پر سکون وخوشگوار بنانے کے لیے کچھ کلیدی صفات کی ضرورت ہے، خصوصاً نوجوان نسل کو ان صفات سے متصف ہونا انتہائی ضروری ہے۔ ہر زندہ قوم اپنے نوجوانوں پر خصوصی توجہ دیتی ہے کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ اقوام کی حالت بدلنے اور ترقی کو چار چاند لگانے اور بہتر کرنے میں، تحریکوں کو متحرک رکھنے اور نظریات کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے نوجوانوں کی کوششیں ہمیشہ نمایاں رہی ہیں اس لئے کہ نوجوانان اپنے بلند عزائم اور بے پناہ صلاحیتوں کی بدولت جہد مسلسل سے اپنے مقاصد اور اہداف ومنازل حاصل کر لیتے ہیں۔ اقبال کے شاہین کی طرح شاہینی اوصاف سے متصف یہ نوجوان چیلنجز کا مقابلہ باآسانی کر لیتے ہیں لیکن کسی بھی قوم کے نوجوان اگر بگاڑ اور فساد میں مبتلا ہو جائیں تو معاشرہ تنزلی اور پستی کا شکار ہو جاتا ہے۔ مسلم نوجوانوں کی فکر و نظر اور ان کی صلاحیتوں کو جِلا اسلام نے دی جس کی بدولت یہ کمزور نہیں ہوتے چاہے مہم یا کام کتنا ہی مشکل کیوں نہ ہو؟

آج کا نوجوان شدید مسائل کا شکار کیوں ہے جب تک ہمارے پاس کوئی ایسا رول ماڈل موجود نہ ہو جو ٹھیک طرح راہنمائی کر سکے اس سلسلے میں ہمیں صرف نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس نظر آتی ہے۔

آپ ﷺ کی زندگی ہمارے لئے بہترین مشعل راہ ہے۔ آپ ﷺ کی بدولت ایسا معاشرہ پروان چڑھا جو مثالی معاشرہ کہلایا۔ جس میں جب ہم آپ ﷺ کی مکی زندگی پر نظر دوڑائیں تو آپ ﷺ نے اپنی جوانی بے داغ گزاری، نہ کسی کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھا نہ کسی کو آپ سے شکایت رہی صادق اور امین سے متصف ہوئے آپ نے ایسے جوان تیار کئے جو رہتی دنیا کے لئے مثال ہیں اور نوجوان صحابہ رضی اللہ عنہم کی اعلیٰ تربیت کی ان میں سے ہر ایک اپنی مثال آپ ہے۔

عصر حاضر میں معاشرے اور نوجوان کے کے بگاڑ کی وجوہات کیا ہیں پاکیزہ معاشرہ کیسے قائم ہو گا اسلام کو کیسے نوجوان مطلوب ہیں اس سلسلے میں قرآن ہماری راہنمائی کسطرح کرتا ہے اور نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ سے بھی ہمیں کیا امثلہ ملتی ہیں۔ اس لئے کہ آج معاشرے کا بناؤ بہت ضروری ہے جب کہ عصر حاضر کا معاشرہ ہر طرح سے بگاڑ کا شکار ہو چکا ہے۔ اجتماعی زندگی پریشانی و مصائب کی آماجگاہ بن رہی ہے، پھر معاشرے کا وہی حشر ہوتا نظر آرہا ہے جس سے آج مغرب دوچار ہے۔ ہمارے معاشرے میں بھی وہ ساری خامیاں آہستہ آہستہ داخل ہو گئی ہیں۔ جو اخلاقی گراوٹ اور برائیوں کی دلدل میں ہمارے نوجوان طبقے کو گھیسٹ رہی ہیں۔ نوجوان یا تو جرائم کی دلدل میں جارہے ہیں یا نوجوان طبقہ سیکولر بن رہا اور ملحدین کا گروہ ان کو بہکا رہا ہے تعلیمی اداروں مین ان کو ایک مہم کے ساتھ بھیجا جارہا ہے جو ہمارے نوجوان طبقے کی ذہنی فکر کو تبدیل کر رہے ہیں۔ یا وہ اسلام کے نام پر بنی خفیہ تنظیموں کے گروہ کا آلہ کار بن رہے ہیں یہ صرف گھر خاندان کی تربیت صحیح سمت پر استوار نہ ہونے اور ٹھیک نشوونما نہ ہونے کی بدولت دین کی صحیح تعلیم نہ ہونے ہونے کے سبب ہے۔ جس سے نوجوان کا اخلاق اور افکار دونوں بگاڑ کا شکار ہو گئے ہیں۔ آج کے نوجوان کو ایسے قابل عمل اساتذہ اور راہنما کی ضرورت ہے جو صرف بات ہی نہ کہے بلکہ اس کا عمل بھی اسوہ نبوی کے عین مطابق ہو۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ / حضرت محمد مصطفی ﷺ کی پوری زندگی یہی تعلیم رہی کہ آپ نے خود عمل کر کے دکھایا آج والدین اساتذہ اور معلمین کو اسی چیز کی ضرورت ہے۔ ہماری بات میں اثر اسی وقت ہو گا جب ہمارا عمل ہو گا۔ جب ہم اپنے نوجوان کو سکھانے والی بات پر عمل کر کے دکھائیں گے اس کے بعد اس کو تاکید کریں گے ورنہ امت مسلمہ کے نوجوان ترقی کی منازل کی طرف نہ بڑھ سکیں گے اور معاشرتی ترقی مزید تنزل کا شکار ہو گی۔

نوجوان جس طرح گھر اور خاندان کا ایک فرد ہے اور اس پر جس طرح کچھ گھریلو ذمہ داریاں اور حقوق ہیں اسی طرح گھر خاندان کے دائرے سے آگے نوجوان اپنے گرد و پیش معاشرے کا بھی ایک

فرد اور رکن ہے اور معاشرے کی اصلاح اور تشکیل کے لیے اسکی ذمہ داری سب سے اہم ہے اس کے اسلامی کردار و گفتار، اخلاق اور اعمال حسنہ کے بغیر معاشرے کی اصلاح اور اسلامی معاشرے کا وجود ناکام وناتمام رہتا ہے۔

نوجوان چونکہ کسی بھی ملک و قوم کا حقیقی سرمایہ اور اثاثہ ہوتے ہیں اس لئے تاریخ کا بغور مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ ملل میں نوجوان نسل کا کردار نہ صرف نمایاں رہا ہے بلکہ اقوام کی ترقی میں نوجوان ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ تاریخ میں نوجوانانِ ملت کے اسلامی کردار واعمال، اچھے اخلاق کی کئی مثالیں ملتی ہیں جس کے ذریعہ انہوں نے ایک مثالی معاشرہ قائم کیا، معاشرے کی اصلاح کے لئے نئی نسل یعنی نوجوانوں کی اصلاح ضروری ہے۔ نوجوانوں کی تربیت سے اس معاشرے میں مثبت اثرات مرتب ہوں گے اس کے لئے ضروری ہے کہ نوجوان نسل میں شعور اجاگر کیا جائے ان کی صحیح سمت کی طرف راہنمائی کی جائے۔ معاشرے کا انقلاب انہی کے دم سے وابستہ ہے۔ وہی قوم کے عروج کا باعث ہیں۔ معاشرہ کے اجتماعی نظام کے استحکام اور بقامیں ان کا بڑا عمل دخل ہے۔ ان کی فکر جو سمت دی جائے گی وہ اسی رخ کو ہوا کی طرح چل پڑتے ہیں اس کی وجہ تربیت میں کمی ہے جس کی بدولت غلط افکار نموپا گئے ہیں جو کردار کے بگاڑ کا سبب ہیں۔ افکار غلط کردار غلط بنیاد غلط تعمیر غلط

ہم دنیا کے مختلف معاشروں کی طرف نظر دوڑائیں تو معلوم ہوتا ہے کہ جس بھی معاشرے نے ترقی کی اس معاشرے کے بناؤ اور استحکام میں اس کے نوجوانوں کی بھرپور معاونت رہی۔ تاریخ گواہ ہے کہ نوجوانوں نے جس کام کا تہیہ اور عزم کیا تو اس کو مکمل کیے بنا سکھ کا سانس نہیں لیا۔ وہ نوجوان اپنے اللہ کی مدد سے عزم پختگی کے ساتھ اپنی منزلیں طے کرتے گئے۔ علامہ اقبال نے انہی جوانوں کے متعلق کہا ہے

ارادے جن کے پختہ ہوں نظر جن کی خدا پر ہو تلاطم خیز موجوں سے وہ گھبرایا نہیں کرتے (5)

لیکن تصویر کا دوسرا رخ دیکھتے ہیں تو آج اسی طرح معاشرے کے بگاڑ میں بھی سب سے زیادہ ہاتھ نوجوان نسل کا ہوتا ہے۔ نوجوان عصر حاضر میں اپنا کردار ادا کرنے میں تساہل پسندی سے کام لے رہے ہیں اور تغافل برت رہے ہیں لیکن اس کی کئی وجوہات ہیں جس میں بنیادی وجہ تربیت کی کمی اور دین سے دوری اور اخلاقی گراوٹ ہے۔ اگر کسی قوم کے نوجوان بگاڑ اور فساد کا شکار ہو جائیں تو پوری قوم تنزلی اور

پستی کا شکار ہو جاتی ہے، لیکن اگر نوجوان صحیح سمت اختیار کریں تو پوری قوم ترقی کی منازل طے کرتی ہوئی دنیاو آخرت میں اپنانام روشن کرتی ہے۔

دینا سلام جہاں جماعتی فلاح کا ضامن ہے۔ وہاں افراد کو بھی نظر انداز نہیں کرتا۔ بلکہ فرد کی اصلاح کو اصلاح کا نقطہ آغاز قرار دیتا ہے۔ کیونکہ فرد معاشرے کی بنیادی اکائی ہے۔ لہٰذا فرد کی اصلاح دراصل معاشرے کی اصلاح ہے۔ اس لئے نوجوانوں کی تربیت سے ہی اس معاشرے میں مثبت اثرات مرتب ہوں گے ۔ ضروری ہے کہ نوجوان نسل پہلے اپنے آپ کو سدھارے، سیرت نبوی کو اپنائے اور اپنی بنیادی ذمہ داری کو کماحقہ پورا کرے اور پھر دوسروں میں شعور اجاگر کرنے کا بیڑہ اٹھائے۔ ایسے ہی جیسے نبی کریم ﷺ نے اٹھایا اور ایسا مثالی معاشرہ قائم کیا جس کا کوئی ثانی نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے جس معاشرے کی بنیاد رکھی اس معاشرے کے نوجوانوں کو صفہ جیسی درسگاہ میں تدریس و تربیت اور زندگی گزارنے کا سلیقہ سکھادیا۔ عصر حاضر کے معاشرہ کی طرف نظر دوڑائیں تو معلوم ہوتا ہے کہ معاشرے کی ترقی اس وقت تک نہیں ہو سکتی اور اقوام و ملل آگے نہیں بڑھ سکتیں جب تک اپنی خامیوں کو نہ جان لیں۔

ہمیں وہ اسباب معلوم ہونے چاہئیں جو معاشرتی ترقی میں رکاوٹ ہیں جن پر آج کے نوجوان عمل پیرا نہیں اور اگر ہم نوجوان اپنے کردار کو سیرت رسول کریم ﷺ کے سانچے میں ڈھال دیں اوران ہدایات پر عمل کر لیں اور معاشرہ کو اسلام کے اصول و ضوابط پر قائم کرنے میں معاون ہوں تو معاشرے کی سوچ کے زاویے مثبت سمت بڑھنے لگیں گے۔ ایسے مثالی معاشرہ کا نمونہ نبی اکرم ﷺ نے پیش کر کے دکھایا، خلفائے راشدین نے ہو بہو ان ہدایات پر عمل کیا اور اُس وقت کا معاشرہ ہمارے اور بعد میں آنے والے تمام افراد اور معاشروں کے لئے نمونہ ہے۔

اسلام نے نوجوانان کو بہت اہمیت دی ہے، یہی وجہ ہے کہ جن لوگوں کو اللہ تعالی اپنا سایہ نصیب فرمائے گا، جس دن اس کے سایے کے علاوہ کسی کا سایہ نہیں ہو گا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق ان میں ایسا نوجوان جو اللہ کی عبادت میں پروان چڑھے بھی شامل ہے۔

((سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللَّهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لاَ ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ: الإِمَامُ العَادِلُ، وَشَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ رَبِّهِ، وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي المَسَاجِدِ، وَرَجُلاَنِ تَحَابَّا فِي اللَّهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ، وَرَجُلٌ طَلَبَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ

وَجَمَالٍ،ـفَقَالَ: إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ، أَخْفَى حَتَّى لاَتَعْلَمَ شِمَالُهُ مَاتُنْفِقُ يَمِينُهُ، وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللَّهَ خَالِيًاـفَفَاضَتْ عَيْنَاهُ))(6)

جس دِن اللہ کے (عرش کے) سایے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہو گا اُس دِن اللہ سات لوگوں کو اپنے (عرش کے) سایے میں جگہ دے گا۔

1۔انصاف کرنے والا حکمران، 2۔وہ نوجوان جو اللہ کی عبادت میں مشغول رہتے ہوئے بڑا ہو، 3۔وہ شخص جِس کا دِل مسجدوں میں ہی لگا رہے، 4

وہ دو اشخاص جو صِرف اللہ کے لیے محبت کرتے ہوں اسی محبت میں ملتے ہوں اور اِسی محبت میں وہ الگ ہوتے ہوں، 5۔وہ شخص جِسے کسی رتبے اور حُسن والی عورت نے (برائی کے لیے) دعوت دی ہو اور وہ شخص کہے میں اللہ سے ڈرتا ہو۔ 6۔وہ شخص جو اس قدر چُھپا کر صدقہ کرتا ہو کہ اُس کے بائیں ہاتھ کو بھی پتہ نہ ہو کہ اُس کے دائیں ہاتھ نے کیا صدقہ کیا ہے، 7۔ وہ شخص جِس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا اور اُس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔

اس حدیث میں عرش کے سائے میں جگہ پانے والے تمام افراد ایسے نوجوان کی طرف اشارہ ہے جو اپنی جوانی میں نفس پر قابو رکھتا ہے اور خود کو اللہ کے احکامات کے مطابق چلاتا ہے نبی کریم ﷺ کی جوانی کے ایام کو ذہن میں رکھ کر ان کے اسوہ پر عمل کی کوشش میں تقوی اختیار کرتا ہے اس لئے کہ جوانی میں بھٹکنے کا خدشہ زیادہ ہوتا ہے۔جب تک نوجوان کا اپنا کردار ٹھیک نہ ہو وہ معاشرے کے دیگر نوجوان اور تمام طبقات بڑوں اور چھوٹوں کی راہنمائی نہیں کر سکے گا۔

جب تک نوجوان کا کردار سیرت طیبہ کے سانچے میں ڈھل نہیں جاتا تب تک معاشرہ ترقی نہیں کر سکتا معاشرے کی ترقی میں نوجوان کا کردار بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ اسے اپنے آپ کو اخلاق حسنہ سے مزین کرنا ہو گا۔رزائل اخلاق سے بچنا ہو گا۔عصر حاضر کے نوجوان کو اپنا ایمان صرف بچانا ہی نہیں بلکہ ایمان کو مضبوط کرنا ہے اس کے ساتھ ساتھ دینی اور دنیاوی علوم سیکھنے ہیں اور عصر حاضر کی خطرناک صورتحال سے صرف سیرت رسول کریم اسوہ پر عمل کر کے نکل سکتے ہیں۔معاشرتی فضائل اخلاق میں سے اہم حقوق العباد کا خیال رکھنا، نیکی اور تقوی کے کاموں میں تعاون کرنا، برائی کے کاموں میں تعاون نہ کرنا۔اور معاشرتی رزائل اخلاق میں اخلاقی بگاڑ کے اسباب میں اہم اسباب دنیا پرستی، منفی سوچ کا فروغ، ظاہر پرستی، اجتماعی نصب العین کا فقدان اخلاقی بحران کی بنیاد ہیں۔معاشرے میں فساد اور

بدامنی پھیلانے والے رزائل اخلاق کا قرآن وحدیث میں صراحتاً ذکر ملتا ہے اور جن کے کرنے سے روکا گیا ہے۔ معاشرہ جنت کا نمونہ تبھی بن سکتا ہے اگر وہاں فضائل اخلاق کو اپنایا جائے اور جن کاموں سے اللہ نے روکا اور رحمۃ للعلمین نے ناپسند ہی نہیں بلکہ باقاعدہ رکنے کا کہا جب تک نوجوان معاشرے کی اصلاح میں رزائل سے بچیں گے نہیں اور فضائل اور محاسن کو اپنا کر دوسروں کو اس کی تلقین نہیں کریں گے تب تک معاشرہ میں فساد پھیلا رہے گا۔ قرآن نے جس صالح اور پاکیزہ معاشرہ کا تصور دیا اس معاشرہ کی عملی مثال نبی کریم ﷺ کا قائک کردہ مدنی معاشرہ تھا جس کو اپنا کر خلفائے راشدین نے ایسی فضا قائم کر دی جو آج تک ہمارے لئے مشعل راہ ہے

نوجوانوں کے بگاڑ کی وجوہات واسباب

نوجوانوں کے درمیان مقصد زندگی سے نا آشنائی، تزکیہ وتربیت کی کمزوری، ان کے اندر فکری، تعمیری اور تخلیقی سوچ کا پروان نہ چڑھنا بہت بڑا المیہ ہے۔ اس کی بنیادی وجوہات درج ذیل ہیں:

- اسلام کی بنیادی تعلیمات سے لاعلمی۔
- گھر میں اسلامی ماحول اور اسلامی شعور کا نہ ہونا۔
- اسلامی اخلاقیات اور شرم وحیا سے عاری ہونا۔
- بے روزگاری کی وجہ سے مختلف الجھنوں کا شکار ہونا۔
- مغربی تہذیب اور جنسی انارکی کے اثرات کی وجہ سے لذت پرستی اور جنسی خواہشات کی لت لگنا۔
- حیاسوز سیریلز، فلمیں، اور ویب سائٹس کی وجہ سے بے شمار اخلاقی برائیوں کا عام ہونا۔
- کاسمیٹک اور کارپوریٹ کلچر کے پھیلاؤ کی وجہ سے نوجوانوں کے درمیان ذہنی تناؤ اور ان کا مختلف اعصابی بیماریوں میں مبتلا ہونا۔
- نفسِ امارہ، ضمیر فروشی، اور مادہ پرستی جیسی روحانی بیماریوں کا عام ہونا۔
- نوجوانوں کا والدین کی شفقت، محبت اور رہنمائی سے محروم ہونا۔
- نوجوان کی مضبوط شخصی تعمیر کا فقدان

اگر ان اسباب و وجوہات کو دور کر دیا جائے تو نوجوان معاشرے پر مثبت طور پر اثر انداز ہوں گے وہ معاشرے کی رقی کے لئے دانا شخص کا کردار ادا کر سکتے ہیں۔ اگر نوجوانان اپنی جوانی اور وقت کی قدر کرتے ہوئے معاشرہ میں مثبت انداز میں اپنا کردار ادا کرتے ہوئے اللہ سبحانہ و

تعالی کے حکم اور محمد مصطفی ﷺ کی سنت کی اتباع میں اپنی زندگیاں صرف کریں اور علم و عمل، اخلاص، تقوی و کردار میں کامل رہیں تو پوری دنیا پر غالب رہیں گے۔

قرآن کی روشنی میں لفظ "نوجوان"

اسلامی لغت کے اعتبار سے نوجوان سخت جان، سخت طبیعت اور پختہ عقل، بردبار، عقلمند اور باشعور انسان کو کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں نوجوانوں کے لئے ہمیشہ لفظ أَشُدَّهُ (سختی) کا استعمال کیا ہے

۔

قرآن نوجوان کا تذکرہ یوں کرتا ہے۔

﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا حَتَّى إِذَابَلَغَ أَشُدَّهُ----﴾(7)

اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کی نصیحت کی ہے، اس کی ماں نے اسے انتہائی تکلیف کے ساتھ (اپنے پیٹ میں) اٹھائے رکھا اور انتہائی تکلیف کے ساتھ جنم دیا، اس کے حمل اور دودھ پلانے کی مدت تیس ماہ ہے، ﴿حَتّٰى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّہٗ﴾ حتیٰ کہ جب وہ سختی کی عمر کو پہنچ جاتا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ: ﴿ثُمَّ لِتَبْلُغُوا أَشُدَّكُمْ ------﴾(8)

تاکہ پھر تم اپنی (جوانی کی) سختی کو پہنچو۔

﴿وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّى يَبْلُغَ أَشُدَّهُ----﴾ (9)

اور یتیم کے مال کے قریب بھی مت جاؤ، مگر ایسے طریقے سے جو اس (یتیم) کے حق میں بہتر ہو، حتیٰ کہ وہ سختی کی عمر (جوانی) کو پہنچ جائے۔

﴿وَابْتَلُوا الْيَتَامَى حَتَّى إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَإِنْ آنَسْتُمْ مِنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ﴾(10)

اور یتیموں کی آزمائش کرتے رہو یہاں تک کہ وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں، پس جب تم ان میں بردباری محسوس کرلو تو ان کے مال ان کے حوالے کردو۔

ابتدائی تین آیات میں اللہ تعالیٰ نے نوجوانی کو سختی کی عمر سے تعبیر کیا ہے۔ اور چوتھی آیت میں نوجوانی کو نکاح کی عمر اور بردباری سے تعبیر کیا ہے۔ جو کہ اس بات کا واضح اشارہ ہے کہ شرعی اعتبار سے نوجوانی

کی عمر سخت اور کٹھن کام کرنے ، نکاح کرنے اور بردباری اور فہم و بصیرت کی عمر ہے ۔
ان آیاتِ مقدسہ کی روشنی میں مسلمان نوجوان ذرا اپنی جوانیوں کو دیکھیں کہ کیا ان کی جوانی واقعتا کوئی سخت، محنت طلب اور کٹھن کام کرنے کے قابل ہے یا نہیں؟ اور کیا جوانی کے ساتھ ان کے پاس عقل و شعور اور فہم و بصیرت کی دولت بھی ہے یا نہیں؟

مگر یہ انتہائی افسوس ناک صورتِ حال ہے کہ آج کے مسلمان نوجوان ان دونوں چیزوں سے یکسر خالی اور بے نیاز ہیں۔ فراغت ان کا پسندیدہ مشغلہ ہے۔ آج کا مسلمان نوجوان کمزور عقیدہ کا حامل اور توہم پرست ہے۔ عقل و شعور اور فہم و بصیرت سے اس کی دوری کا یہ عالم ہے کہ جو بندہ جب چاہے لیڈر یا قائد کے رُوپ میں آکر اسے اپنے مخصوص مفادات کی خاطر استعمال کرلیتا ہے اور اس نوجوان کی طاقت کا منفی استعمال اپنے مذموم مقاصد کے لئے بھی کیا جاتا ہے۔ اسی لئے نوجوان جرائم جیسی لت میں پڑ گئے ہیں۔ اسلامی تاریخ ایسے چند افراد کا تذکرہ کرتی ہے جن کو معرفت الٰہی نصیب ہوئی۔ جنہوں نے جوانی اور نشاط میں لذت عبادت محسوس کی ایسے ہی نوجوانوں میں حضرت ابراہیم علیہ اسلام شامل تھے جن کا تذکرہ قرآن نے کیا مثلاً ابراہیم علیہ السلام (11) اور اصحاب کہف (12)۔

آج کے نوجوان کو معاشرے میں مثبت کردار ادا کرنا ہے تو انہی اعلی افراد کی سیرت کا بھی مطالعہ کرنا ہو گا۔

معاشرتی اصلاح کی ضرورت اور طریقہ کار سیرت نبوی کی روشنی میں

نوجوانوں کو سب سے پہلے دینی تعلیم کی طرف توجہ دینی ہے اس لئے کہ اسلامی تعلیم کا بنیادی مقصد انسانی معاشرے کی اصلاح کرنا ہے، اور اس طرح اصلاح کرنا ہے کہ دنیا میں تمام انسان امن و امان کی زندگی بسر کریں اور اس طرح زندہ رہیں کہ اخلاق کا دامن کبھی ہاتھ سے نہ چھوٹے اور آخرت کی لامتناہی زندگی کے لیے پورے اخلاق و تقویٰ کے ساتھ تیاری کریں۔ نوبوان کا بنیادی مقصد رضائے الٰہی اور نصب العین تزکیہ نفس ہو، یہ بنیادي مقاصد صرف اس طرح سے حاصل ہو سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہم رسول اکرم ﷺ کے اسوہ حسنہ کی پیروي کرتے ہوئے یہ معلوم کریں کہ حضور ﷺ نے معاشرے کی اصلاح کس طرح کی تھی؟

رسول اللہ ﷺ کي حیات طیبہ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اصلاح معاشرہ کے سلسلے میں نبی کریم ﷺ کا بنیادی اصول یہ تھا کہ آپ نے کبھی کوئی ایسی بات نہیں کہی، جس پر آپ خود عمل نہ فرماتے

ہوں، اور آپ ﷺ کے قول و فعل میں کبھی تضاد نہ تھا، جو فرماتے تھے خود اس پر عمل فرماتے تھے۔ اب یہ بات واضح ہو گئی کہ اصلاح معاشرہ کی کوئی کوشش اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک اصلاح کرنے والا خود اس پر عمل نہ کرتا ہو، یہاں یہ نکتہ بھی قابل غور ہے کہ رسول اللہ کی تعلیم اور اصلاح معاشرہ کے لئے کی گئی کوششیں ایسی بار آور ہوئیں کہ لوگوں کی کایا پلٹ گئی، لیکن آپ سے قبل سقراط، افلاطون اور ارسطو اور بیسوں دوسرے حکما اور فلسفی اور مصلحین جو وعظ نصیحت کرتے رہے اور انہوں نے فلسفہ اور عقل و دانائی کی بنیاد پر شاندار عمارتیں کھڑی کر دیں لیکن معاشرے پر ان کا کوئی اثر نہیں پڑا ایسا صرف اس لیے ہوا کہ وہ دوسروں کو تو روشنی دکھاتے رہے، لیکن خود تاریکی سے باہر نہیں آئے وہ رحم و محبت کا سبق پڑھاتے رہے، لیکن خود غریبوں پر رحم کھانے سے عاری تھے اور دشمنوں سے محبت کرنے کی عظمت سے محروم تھے-

قرآن پاک میں اللہ سبحانہ وتعالی نے ان لوگوں کی حالت جو دوسروں کو تو نیکی اور اچھائی کا حکم دیتے ہیں مگر خود کو بھول جاتے ہیں، بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ وَأَنْتُمْ تَتْلُونَ الْكِتَابَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ﴾(13)

ترجمہ: کیا (غضب ہے کہ) کہتے ہو اور لوگوں کو نیک کام کرنے کو اور اپنی خبر نہیں لیتے حالانکہ تم تلاوت کرتے رہتے ہو کتاب کی پھر کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے۔

آج ہمارا معاشرہ فکری اور عملی بگاڑ کا شکار ہے افکار او نظریات کا انسانی زندگی پر گہرا اثر ہوتا ہے اگر اس کے افکار و نظریات درست ہوں گے تو وہ معاشرے کا فعال رکن بنے گا نوجوان کو سب سے پہلے اپنا احتساب کرنا ہے اپنی فکر درست سمت میں رکھے گا نبی کریم ﷺ کی سیرت پر عمل کرے گا۔ رزائل اخلاق سے بچے گا۔ تو معاشرتی ترقی کا ضامن ہو گا۔ ہمارے معاشرے کے کچھ افراد یا تو منکر خدا ہیں یا شرک میں مبتلا ہیں یا منکر آخرت ہیں انہیں اعمال و افعال جزاو سزا کی پرواہ ہی نہیں ان کے افکار و نظریات پر ایسا باطل رنگ چڑھا جا رہا ہے جو بہت خطرناک ہے آج کے نوجوان کو خود اپنی اصلاح کے ساتھ معاشرے کی اصلاح کی ذمہ داری بھی کماحقہ نبھانی ہے اور حضرت محمد ﷺ کی سیرت پر عمل کرتے ہوئے اللہ پاک کے رنگ میں رنگنا ہے۔ روز بروز شرک والحاد کی نت نئ اقسام معاشرے کو گمراہ کر رہی ہیں نئی بدعات سامنے آرہی ہیں، سوشل میڈیا کا منفی کردار بھی سامنے ہے جب کہ سوشل میڈیا کا

مثبت کردار بہت کم ہے جس کو ٹھیک کرنے کی اشد ضرورت ہے نوجوان طبقہ بخوبی اپنی صلاحیتوں سے ان سے نمٹ سکتا ہے۔

فکر و نظر کا بگاڑ:

انسانی زندگی چونکہ بنیادی طور پر نظریات پر استوار ہے، اس لئے نظریات وافکار میں بگاڑ معاشرے کے افراد کی پوری سیرت و کردار کو متاثر کرتا ہے۔ جب ہم کسی معاشرے کا تجزیہ اس پہلو سے کرتے ہیں تو اس میں افراد کی نظریاتی وفکری کیفیتوں کو سامنے رکھنا ضروری ہوتا ہے۔

فکری بگاڑ کی زد میں سب سے پہلے فرد کی اپنی شخصیت ہی آتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ افراط و تفریط کا شکار ہو جاتا ہے۔ لہٰذا کبھی اپنے آپ کو مرتبہ انسانیت سے گرا کر، اپنی ہی جیسی مخلوق کے سامنے سجدہ ریز ہو جاتا ہے۔ قرآن پاک نے انسان کی اس ذہنی کیفیت کا نقشہ سورۃ الاعراف میں کھینچا ہے۔(14)یعنی یہ لوگ انسان ہونے کے باوجود حیوانات سے بھی گئے گزرے ہیں کہ جنہیں اپنی حیثیت کا احساس تک بھی نہیں۔

آج کے نوجوان کی یہ روش اس کے غلط طرزِ فکر کا ہی نتیجہ ہے جس میں انکارِ خدا، شرک، انکارِ آخرت، خیر و شر کی تمیز سے، بامقصد زندگی سے اور انسان کی اصل حیثیت اور مرتبہ سے انکار سب شامل ہیں۔ فکر و نظر کے اس بگاڑ سے انسانی زندگی کے جملہ احوال متاثر ہوتے ہیں اور اس کا اثر معاشرے کی انفرادی اور اجتماعی زندگی پر غالب ہوتا ہے۔فکر و نظر کے بگاڑ کی مندرجہ بالا صورتوں کچھ یوں ہیں:

بامقصد زندگی سے انکار:

جب تک انسان کے سامنے کوئی واضح لائحہ عمل اور نصیب العین نہ ہو گا۔ انسان کا کوئی عمل بھی تنظیم و انضباط سے ہمکنار نہ ہو سکے گا۔ اور اس کی زندگی صرف کھانے پینے اور خواہشات سے متمتع ہونے سے عبارت ہو کر رہ جائے گی۔ اور یا پھر کوئی انتہا پسند یا کوئی سر پھرا انسان جو اپنے آپ کو پیدائشی مجرم تصور کرتے ہوئے خواہشات ولذّات سے بالکل ہی کنارہ کش ہو جائے گا۔ اور ایک بامقصد زندگی گزارنے کی بجائے بیابانوں اور ویرانوں کی خاک چھانتا نظر آئے گا۔ لیکن اسلام کا تصورِ حیات ان ہر دو صورتوں سے بیزار ہے۔ وہ تو انسان کو صحیح مقصدِ حیات سے ہمکنار کرنے کی خاطر اعتدال و توازن کے راستے پر چلنے کے لئے زور دیتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں سورۃالانعام :162،اور سورۃ الحج:11 ،میں ایمان والوں کا ذکر کرتے ہیں۔

آپ انسان کی ان دونوں حالتوں کا جائزہ لیجئے۔ راہِ اعتدال کا متعین کرنا ہی اسلام بامقصد زندگی کا شعور اور اعلیٰ اور ارفع معیارِ حیات کا تصور دیتا ہے اور اس معیارِ حیات کے تصور سے منحرف ہونے والے افراد یا معاشرہ کبھی پنپ نہیں سکتے۔

خیر و شر کی تمیز سے انکار:

خیر کے معنی بھلائی کے ہیں اور شر اس کی ضد ہے، خیر سے مراد وہ چیز ہے جو انسان کے لئے انفرادی یا اجتماعی افادیت کی حامل ہو۔ یہ افادیت مادی بھی ہو سکتی ہے اور روحانی بھی، دنیوی بھی اور اخروی بھی۔ اور شر سے مراد وہ چیز ہے جو انسان کے لئے انفرادی یا اجتماعی رنگ میں ضرر رساں ہو، جس معاشرہ میں خیر و شر کی تمیز مٹ جائے (خیر اور شر کا معیار وحی الٰہی اور احکام قرآنی پر رکھا جائے گا) وہ ضلالت اور گمراہی کا شکار ہو جاتا ہے کیونکہ افراد کی نظر میں نیکی نیکی اور بدی بدی نہیں رہتی اور لوگ صرف ظاہری منفعتوں کے زیر اثر کام کرتے ہیں۔ ایسی قوم اور ایسے معاشرے کا زوال یقینی اور حتمی ہو جاتا ہے۔ آج عصر حاضر کا ہمارا معاشرہ اسی زوال کا شکار ہو رہا ہے۔

معاشرے کا سب سے خطرناک پہلو یہ ہے کہ اگر اس میں ایسے لوگ بچ بھی جائیں۔ جو خیر و شر میں تمیز کر سکتے ہوں تو بھی شر کے غلبے، معاشی لوٹ کھسوٹ اور اخلاقی اقدار کو مٹتے دیکھ کر ہمت ہار بیٹھتے ہیں اور کنارہ کشی اختیار لیتے ہیں۔ ایسے حالات میں اصلاح کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں رہتی اور بالآخر معاشرہ تباہی اور بربادی کا شکار ہو جاتا ہے۔

یہ ہیں وہ محرکات اور وجوہات جو فکر و نظر میں بگاڑ پیدا کرتے ہیں۔ لہٰذا ایسی کیفیت سے معاشرے کو بچانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ انسان کا مقصدِ زیست تعمیری اور اخلاقی ہو۔ وہ خدا، آخرت اور بامقصد زندگی پر ایمان رکھے۔ اور شرک سے اپنا دامن ملوث نہ ہونے دے۔

قول و فعل کا بگاڑ:

فکر و نظر کا بگاڑ قول و فعل کے بگاڑ کی بنیاد ہے کیونکہ انسان کا کردار نظریات کے خمیر سے اُٹھتا ہے۔ نوجوان کے خیالات کو ماحول اور حالات پختہ کر دیتے ہیں اور اس کی اپنی کوشش اسے پائیدار بنا دیتی ہے۔ قول و فعل کے بگاڑ میں بے شمار چیزیں گنوائی جا سکتی ہیں۔ نوجوان کو معاشرتی تعمیر کے لئے ایسا کردار ادا کرنا ہے جسسے معاشرے میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر، عدل کے قیام اوراحسان کو فروغ حاصل ہو۔ قرآن پاک نے خیر شر کے جملہ پہلوؤں کو بڑی جامعیت کے ساتھاسطرح بیان کیاہے۔

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَى وَيَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴾(15)

بیشک اللہ تعالیٰ عدل و احسان اور قرابت داروں کے حقوق کی ادائیگی کا حکم دیتا ہے اور فحشاء، منکر اور بغی سے روکتا ہے، اللہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے، تاکہ تم نصیحت مانو۔

مندرجہ بالا آیت میں تین قسم کی برائیاں بیان کی گئی ہیں اور وہ ہیں۔ الفحشاء، المنکر اور البغی، اب ہم تھوڑا مفصل ذکر کریں گے، کہ فحشاء، منکر اور بغی میں کون کون سی چیزیں شامل ہیں۔

الفحشاء: یہ لفظ فحش سے نکلا ہے۔ الفواحش اس کی جمع ہے۔ جس کے معنی حدود فراموشی کے ہیں۔ زیادتی کر بیٹھنا، کسی بات سے تجاوز کرنا، گفتگو میں ادب و احترام کی حدود کو پھلانگ جانا (وغیرہ) بھی فحشاء ہی کے ضمن میں آتا ہے۔

قرآن کریم میں فحشاء کے مقابلے میں عدل کا لفظ آیا ہے۔ لہٰذا فحش کے معنی حدودِ خداوندی سے تجاوز اور سرکشی کے ہیں۔

ایک جگہ ارشاد ربانی ہے کہ: ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ﴾(16)

تم فواحش کے قریب نہ جاؤ خواہ وہ کھلے ہوں یا ڈھکے چھپے۔

غرض قرآن پاک میں فحش کا لفظ مختلف جگہوں پر مختلف معانی میں آیا ہے۔ نیز لفظ فواحش اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ فاحشہ صرف زنا ہی نہیں بلکہ دوسرے بے حیائی کے کام بھی فاحشہ میں شامل ہیں۔ اس کا اطلاق فحش گوئی اور فحش کاری پر ہوتا ہے جس کی ہر نوع سے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو باز رہنے کی تاکید فرمائی ہے۔

المنکر: فحشاء کے بعد جس چیز سے باز رہنے کی تاکید کی گئی ہے وہ منکر ہے۔ اس کے لغوی معنی "ناشناسا" کے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں معروف (شناسا) کا لفظ آیا ہے۔ جو کام ہر طبقہ میں ناپسند کیا جاتا ہے اور جس کا مرتکب سب کی نگاہوں میں گر جاتا ہے اس کو منکر کہا جاتا ہے۔ رزائل کے لئے قرآن پاک میں سب سے عام لفظ منکر ہے۔ چنانچہ سورۃ المائدہ میں جن برائیوں سے روک ٹوک نہ کرنے پر بنی اسرائیل کو ملامت کی گئی ہے ان کو اسی لفظ منکر سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ﴿--- كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُنْكَرٍ فَعَلُوهُ

---﴾(17)

وہ ایک دوسرے کو برائی سے منع نہ کرتے تھے۔

شیطان کی پیروی کو بھی فحشاء اور منکر سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ وَمَنْ يَتَّبِعْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ﴾(18)

"اے ایمان والو شیطان کے نقش قدم پر مت چلو اور جس نے ایسا کیا بیشک وہ بے حیائی اور برائی کا حکم دیتا ہے۔"

البغی:

ابن کثیر بغی کو اس طرح بیان کرتے ہیں۔"فأما البغي فهوعدوانعليالناس"۔(19)

"یعنی لوگوں پر ظلم وزیادتی "بغی" ہے۔"

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں: ﴿---خَصْمَانِ بَغَى بَعْضُنَا عَلَى بَعْضٍ---﴾ (20)

ہم دو جھگڑنے والوں نے ایک دوسرے پر زیادتی کی ہے۔

سورہ مریم آیت 20 میں "بغیّا "کا لفظ بدکاری کے معنوں میں آیا ہے اسی طرح سورۃ البقرہ آیت 90 میں بھی بغیاً کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

مذکورہ بالا آیات سے البغی کے جو معانی علم میں آتے ہیں وہ ہیں، لوگوں پر ظلم وزیادتی کرنا، میانہ روی کی حد سے بڑھنے کی کوشش کرنا، کسی چیز کی طلب کے لئے انتہائی کوشش کرنا۔ حدود شکنی کرنا، بغاوت کرنا، بدکاری کرنا، ناجائز ضد کرنا وغیرہ وغیرہ۔ اور یہ بھی تمام ایسی چیزیں ہیں جن سے مجتنب رہنے کی قرآن مجید نے تلقین فرمائی ہے۔ سید ابو الاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں کہ:

"فحشاء کا اطلاق تمام بیہودہ اور شرمناک افعال پر ہوتا ہے۔ ہر وہ برائی جو اپنی ذات میں نہایت قبیح ہو، فحش ہے۔ مثلاً بخل، زنا، برہنگی و عریانی، فعل قوم لوط، محرمات سے نکاح کرنا، چوری، شراب نوشی، بھیک مانگنا، گالیاں بکنا، اور بدکلامی کرنا وغیرہ۔ اسی طرح علی الاعلان برے کام کرنا اور برائیوں کو پھیلانا بھی فحش ہے۔ مثلاً جھوٹا پروپیگنڈا، تہمت تراشی، پوشیدہ جرائم کی تشہیر، بدکاریوں پر اُبھارنے والے افسانے اور ڈرامے، فلم، عریاں تصاویر، عورتوں کا بن سنور کر منظر عام پر آنا۔ علی الاعلان مردوں اور عورتوں کے درمیان اختلاط ہونا اور اسٹیج پر عورتوں کا ناچنا، تھرکنا اور جسم کی نمائش کرنا وغیرہ منکر سے مراد ہر وہ

برائی ہے جس انسان بالعموم برا جانتے ہیں، ہمیشہ سے برا کہتے رہے ہیں اور تمام شرائع الٰہیہ نے جس سے منع کیا ہے۔بغی کے معنی ہیں، حد سے تجاوز کرنا اور دوسرے کے حقوق پر دست درازی کرنا خواہ وہ خالق کے ہوں یا مخلوق کے۔"(21)

اس سے معلوم ہوا کہ قول و فعل کے بگاڑ کی (الفحشاء، المنکر، البغی کے ضمن میں آنے والی) تمام صورتیں سامنے آجاتی ہیں اور یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ مذکورہ بالا خرابیاں ایسی ہیں جن کی بدولت افرادِ انسانی اور معاشروں کو ہر وقت مادّی اور روحانی نقصان پہنچنے کا احتمال ہوتا ہے۔ جب یہ افعال کسی قوم میں جڑ پکڑ لیں اور ان پر گرفت کرنے والا کوئی نہ ہو تو پوری قوم اس کی لپیٹ میں آجاتی ہے اور سارا معاشرہ تباہی اور بربادی کا شکار ہو جاتا ہے۔ قوم کی دینی اور دنیوی ترقی کی راہیں مسدود ہو جاتی ہیں اور سعادت و اقبال کا دروازہ اس پر اس وقت تک کے لئے بند ہو جاتا ہے جب تک وہ اپنی اصلاح نہ کر لے۔یہاں فحش کا مفصل تذکرہ کا مقصد ہے کہ ہمارے معاشرے میں یہ عام ہو گئی ہے اور نوجوانوں میں انتہائی عروج پر ہے

معاشرتی اصلاحات کے سلسلے میں نبی کریم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی سیرت طیبہ

نبی کریمؐ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے ساتھ نسبت اور عقیدت و محبت کا اظہار ہمارے ایمانی تقاضوں میں سے ہے اور ہر مسلمان کسی نہ کسی انداز میں اس کا اظہار ضرور کرتا رہتا ہے۔ مگر اس کے ساتھ یہ بات بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کن مقاصد کے لیے ہوئی تھی؟ اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبرؐ نے انسانی معاشرہ کو خیر کے کن کاموں کی تلقین کی تھی، شر کے کن کاموں سے روکا تھا، اور بھرپور محنت کے ساتھ انسانی معاشرہ کو کن تبدیلیوں اور اصلاحات سے روشناس کرایا تھا جن کی وجہ سے انہیں پیغمبر انقلاب کہا جاتا ہے۔ اور مورخین اس بات پر اتفاق رکھتے ہیں کہ انسانی سوسائٹی میں اتنی کم مدت میں اتنے مکمل انقلاب کی اور کوئی مثال پیش نہیں کی جاسکتی۔ حجۃ الوداع کے تاریخی خطبہ میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ کل امر الجاھلیۃ موضوع تحت قدمی کہ آج جاہلیت کی ساری قدریں میرے پاؤں کے نیچے ہیں۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ جناب نبی اکرمؐ نے جاہلی معاشرہ کی اقدار کو پاؤں کے نیچے روند کر ایک پاکیزہ اور مثالی سوسائٹی کی طرف نسل انسانی کو گامزن کر دیا تھا۔(22)

نبی اکرمؐ نے جاہلیت کی قدریں قرار دے کر جن اقدار کو ختم کیا تھا ہمیں جائزہ لینا ہے کہ کیا وہ جاہلی قدریں پھر سے انسانی معاشرہ کا حصہ تو نہیں بن گئیں؟ مثلاً نبی اکرمؐ نے:

- کفر و شرک اور بت پرستی کو جزیرۃ العرب میں اپنے دور میں مکمل طور پر ختم کر دیا تھا۔
- عریانی عام تھی۔ آپ ﷺ نے برہنہ طواف کا خاتمہ کیا۔ بلکہ عام معاشرتی زندگی میں بھی ستر اور حجاب کے احکام لاگو کر دیے تھے
- جوا سر عام کھیلا جاتا تھا حتیٰ کہ حرم پاک کی حدود میں اور عبادت کی بعض صورتوں میں بھی جوئے کا رواج تھا جسے نبی کریمؐ نے ممنوع قرار دے دیا۔
- سود کا لین دین عام تھا، تجارت اور قرض دونوں میں سود کا کاروبار چلتا تھا مگر رسول اکرمؐ نے سود کا خاتمہ کر کے سودی کاروبار کو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ قرار دیا۔
- شراب نوشی پر فخر کیا جاتا تھا اور شراب لوگوں کی گھٹی میں شامل سمجھی جاتی تھی مگر نبی کریم ﷺ نے اسے حرام قرار دیا اور عملاً معاشرے کو شراب سے پاک کر دیا۔
- نسل، زبان، علاقہ اور قومیت کا تفاخر اس معاشرہ کا امتیاز تھا۔ اس بنیاد پر ایک دوسرے پر برتری جتائی جاتی تھی اور ایک دوسرے پر غلبہ اور تسلط قائم کرنے کی کوشش کی جاتی تھی۔ نبی کریم ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر انکو جاہلی عصبیت قرار دے کر ختم کیا اور اعلان کیا کہ شرافت اور برتری صرف تقویٰ کی بنیاد پر ہو گی۔
- بیٹی کو عار اور بوجھ سمجھا جاتا تھا، اس کا زندہ رہنے کا حق باپ کے رحم و کرم پر ہوتا تھا۔ اکثر زندہ دفن کر دی جاتی تھیں۔ مگر نبی اکرمؐ نے بیٹی کو نہ صرف زندہ رہنے کا حق دیا بلکہ اسے اللہ تعالیٰ کی رحمت قرار دے کر عزت و توقیر بخشی۔
- ناچ گانا عام تھا۔ نبی کریم ﷺ نے اسے ممنوع قرار دیا بلکہ اپنی بعثت کے مقاصد میں یہ فرما کر اس بات کو شامل کیا کہ مجھے ناچ گانے کے آلات توڑنے کے لیے بھیجا گیا ہے۔
- حلال و حرام کا کوئی فرق نہیں تھا۔ لوگوں نے اپنے اپنے ضابطے بنا رکھے تھے اور دوسروں کا مال ہضم کرنے کے لیے طرح طرح کے حیلے بہانے تراش لیے تھے۔ نبی اکرمؐ نے کھانے پینے، لین دین اور دیگر معاملات میں حلال و حرام کے مکمل ضابطے دیے اور فرمایا کہ حرام کھانے والے اور حرام طریقہ سے دوسروں کا مال کھانے والے جہنم کا ایندھن بنیں گے۔

- یتیم بچے اور عورت بطور خاص معاشرہ میں مظلومیت کا شکار تھے، ان کے حقوق کا کوئی تصور نہیں تھا اور بالادست افراد ان پر کسی قسم کا ظلم روا رکھنے سے نہیں ہچکچاتے تھے۔ نبی اکرمؐ نے ان دونوں طبقوں کو معاشرتی ظلم اور نا انصافی سے نجات دلائی اور ان کے حقوق کا تعین کیا۔(23)

یہ اُن وسیع تر معاشرتی اصلاحات میں سے چند باتیں ہیں جو نبی کریم ﷺ نے ۲۳ سالہ محنت کے ساتھ مدنی معاشرہ میں لاگو کی تھیں۔ اور یہ وہ تبدیلیاں ہیں جن کی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ رسول اکرمؐ کا بپا کردہ انقلاب انسانی تاریخ کا کامیاب ترین انقلاب تھا۔ مگر بدقسمتی سے ان میں سے بہت سی جاہلی قدریں آج پھر انسانی معاشرے میں سرایت کیے ہوئے ہیں۔ اس لیے ہماری ذمہ داری ہے کہ معاشرہ کو ان سے نجات دلانے کے لیے نوجوان بھی نبی کریم ﷺ کی طرح محنت کریں۔

حقیقی اسلامی معاشرہ کی ایک جھلک

عہد نبوی میں نوجوانوں کو بہکانے میں عمر رسیدہ افراد کا ہاتھ بھی رہا اس لئے وہ عمر رسیدہ افراد خود بھی، مسلمان ہونے والے نوجوان صحابہ کو مختلف طرح کی تکالیف پہنچاتے بلکہ نوجوانوں کو بھی اس پر آمادہ کرتے اس سلسلے میں بلال بن رباح کی مثال ہمارے سامنے ہے جن کو نوجواوں نے ہی بڑوں کے کہنے پر تپتی ریت پر لٹایا تھا۔ لیکن ہم ساتھ میں یہ بھی دیکھتے ہیں نوجوان ہی ہیں جنہوں نے سب سے پہلے دعوت حق پر سب سے زیادہ لبیک کہا جو نوخیز کلیاں یا جوان تھے یا نوجوان۔ ان کی ثابت قدمی رہتی دنیا کے لئے مثال ہے نبی کریم ﷺ کا ساتھ دے کر ایک ایسا انقلاب برپا ہوا جس کے اثرات ہر صدی اور ہر آنے والے دور تک رہیں گے

پہلا نوجوان جس نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ جب نبی کریم ﷺ نے انہیں کلمہ شہادت پڑھنے کی دعوت دی تو تھوڑی دیر سوچنے کے بعد کلمہ پڑھ کر اپنے آپ کو غلامی مصطفیٰ ﷺ میں دے دیا۔ اسی طرح عبداللہ بن مسعود، سعید بن زید عبد الرحمن بن عوف، بلال بن رباح، خباب بن الارت، مصعب بن عمیر، عمار بن یاسر اور سینکڑوں صحابہ نوجوان تھے. آگے چل کر بڑے بڑے کفار کو شکستیں دیں. اسد اللہ "شیر خدا" اور فاتح خیبر جیسے القاب حاصل کیے. الغرض ماضی کے نوجوان حبیب خدا ﷺ کی محبت و اطاعت میں بے مثال تھے اگر انہیں اطاعت

کا پیکر کہیں تو بے جانہ ہو گا. اس کا ادنیٰ مثال ابن عمر رضی اللہ عنہ بھی ہیں جن راہوں سے آپ گذرتے تھے۔ آپ ﷺ کے قدموں کے نشان ڈھونڈتے، اور ان راہوں پر چلنے کی کوشش کرتے تھے۔ سبحان اللہ! اس حد تک اطاعت تھی لیکن افسوس کہ آج ملت اسلامیہ کے نوجوان مختلف نظر آتے ہیں. آپ ﷺ کی بڑی بڑی سنتوں کا تارک بلکہ فرضوں کو بھی بھلا دیا۔ آج کے مسلم نوجوان صرف نظریاتی طور پر نہیں بلکہ عملی طور پر بھی حضور ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں. اگر حضور ﷺ نے بیٹھ کر کھانے پینے کا حکم فرمایا ہے تو مسلم نوجوان کھڑے ہو کر کھاتے پیتے ہیں، اگر ﷺ نے مشرکوں جیسی وضع قطع بنانے سے منع فرمایا ہے تو آج کا مسلم نوجوان مغرب کی تقلید پر فخر کرتا ہے۔(24)

جب کہ ماضی کے مسلم نوجوان جذبہ ایمان سے سرشار اور صبر واستقامت کے پیکر تھے. انہیں اپنی جان سے زیادہ اسلام اور اسلام کا لانے والا عزیز تھا. ایسے مسلم نوجوانوں میں سے دو کمسن بھائی معوذ و معاذ مشہور ہیں جنہوں نے نبی کرم ﷺ کے بڑے دشمن ابو جہل کو جہنم رسید کیا. مسلمانوں کے سپہ سالار عقبہ بن نافع نے آفریقہ کا علاقہ فتح کیا اسپین میں نواں سپہ سالار طارق بن زیاد نے مٹھی بھر مجاہدوں کے ساتھ لاکھوں کے لشکر کو شکست دی ۱۹ سالہ نوجوان محمد بن قاسم نے سندھ کا علاقہ اس وقت فتح کیا جس وقت یہاں جہالت عروج پر تھی. جہالت کے دور میں مسلم نوجوان کرنوں کی طرح چمکے، اسپین میں علم کی روشنی پہنچی اور سندھ کو امن اور سلامتی والا مذہب ملا اور اسے "باب الاسلام" کا شرف حاصل ہوا۔(25)

ان مسلم نوجوانوں نے اپنے حسن اخلاق اور بے داغ کردار سے لوگوں کے دل موہ لیے. ایسے نوجوان ہی مسلمان کہلوانے کے حقدار تھے جو اخلاق و کردار میں، معرکہ تیغ و تلوار میں اور عشق واطاعت نبی کریم ﷺ میں سب سے آگے تھے۔ آج مسلم نوجوانوں کے گرے ہوئے اخلاق، مذہبی اور معاشرتی حالات پر روتی ہیں۔ ڈاکٹر علامہ محمد اقبال نے فرمایا:

نہ شامل درس میں ہو نور فیضانِنظر جب تک فقط تدریس کر سکتی نہیں اہل نظر پیدا(26)

عہد نبوی کے نوجوان اسلام خادم رسول زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حضرت زید بن حارثہؓ نبی کریم ﷺ کے غلام تھے۔ جب نبی کریم ﷺ کا نکاح حضرت خدیجہؓ سے ہوا تو انہوں نے زیدؓ کو حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کیا۔ زیدؓ کے والد کو ان کے فراق کا

بہت صدمہ تھاوہ زید کے فراق میں روتے۔ اتفاق سے ان کی قوم کے چندلوگوں کا حج کو جاناہوااور انھوں نے زید کو پہچانا۔ ان لوگوں نے جاکر زید کی خیر وخبر ان کے باپ کو سنائی۔ حضرت زیدؓ کے باپ اور چچا فدیہ کی رقم لے کر ان کو غلامی سے چھڑانے کی خاطر مکہ مکرمہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا: اے ہاشم کی اولاد! ہم اپنے بیٹے کی طلب میں تمھارے پاس پہنچے ہیں ہم پر احسان فرماؤاور کرم کرو۔ فدیہ قبول کرواور اس کو رہا کردو بلکہ جو فدیہ ہو اس سے زیادہ لے لو۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بس اتنی سی بات ہے! عرض کیا حضور! بس یہی عرض ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کو بلاؤاور اس سے پوچھ لو اگر وہ تمھارے ساتھ جانا چاہے تو بغیر فدیہ ہی کے چلے جاناہاں اگر کوئی خود نہ جانا چاہے تو میں جبر نہیں کرسکتا۔ انھوں نے عرض کیا کہ آپ ﷺ نے استحقاق سے بھی زیادہ احسان فرمایایہ بات خوشی سے منظور ہے۔ حضرت زید رضی اللہ تعالی عنہ بلائے گئے آپ ﷺ نے فرمایا: تم ان کو پہچانتے ہو عرض کیا جی ہاں پہچانتاہوں یہ میرے باپ ہیں اور یہ میرے چچا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میرا حال بھی تمہیں معلوم ہے۔ اب تمہیں اختیار ہے کہ میرے پاس رہنا چاہو تو میرے پاس رہو، انکے ساتھ جانا چاہو تو اجازت ہے۔ حضرت زید رضی اللہ تعالی عنہ نے عرض کیا کہ میں آپ ﷺ کے مقابلے میں بھلا کس کو پسند کرسکتا ہوں آپ ﷺ میرے لئے باپ کی جگہ بھی ہیں اور چچا کی جگہ بھی ہیں۔

ان دونوں باپ چچانے کہا کہ زید! غلامی کو آزادی پر ترجیح دیتے ہو؟ باپ چچااور سب گھر والوں کے مقابلہ میں غلام رہنے کو پسند کرتے ہو؟ حضرت زید رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ ہاں میں نے ان میں ایسی بات دیکھی ہے جس کے مقابلے میں کسی چیز کو بھی پسند نہیں کرسکتا آپ ﷺ نے جب یہ جواب سنا تو ان کو گود میں لے لیااور فرمایا کہ میں نے اس کو اپنا بیٹا بنالیا۔ زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باپ اور چچا بھی یہ منظر دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور خوشی سے ان کو چھوڑ کر چلے گئے۔ حضرت زید اس وقت بچے تھے بچپن کی حالت میں بھی سارے گھر کو، عزیز واقارب کو غلامی پر قربان کر دینا جس عظیم وجلیل محبت کا پتا دیتاہے وہ ظاہر ہے۔(27)۔ کیا ہم آج ایسے نوجوان اولاد کی ایسی ہی تربیت کر رہے ہیں جیسی نبی کریم ﷺ نے کی۔ کیا ہم نے ایسے نوجوانوں کی نشوونما کی بحیثیت استاد معلم، ماں باپ، بحیثیت سربراہ گھر اپنے ملازموں کا کتنا خیال کیا؟ ذرا سوچئے!

معاشرے کی اصلاح اور تعمیر

جب ہم نے بگاڑ کا تعین کر لیا تو اصلاحی اقدام کا تعین بھی نہایت آسان ہے، در حقیقت اصلاح نام ہے، دوستی یا ازالہ فساد کا۔ لہٰذا معاشرے میں جہاں جہاں بھی فساد ہو گا۔ اس کو درست کرنے کا نام اصلاح ہو گا۔ دیکھا جائے تو اصلاح کی کوششیں ضرور ہو رہی ہیں، اجتماعات ہو رہے ہیں، کانفرنسیں ہو رہی ہیں، جلسے اور سیمینارز ہو رہے ہیں تاہم یہ ساری کوششیں صد حیف نتیجہ خیز ثابت نہیں ہو رہی ہیں۔ میرے خیال میں اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ یہ جلسے کسی جماعت یا تنظیم کی نمائندگی کرتے ہیں اس کا مقصد جماعت کی خدمت ہوتا ہے، اور یہ کام روحِ اخلاص سے خالی ہوتے ہیں۔ ایک اہم نکتہ یہ بھی ہے کہ ہمارے علماء کی ترجیحاتِ دین نہیں بلکہ فروعی مسائل میں مناظرے و مباحثے ہیں جس کی وجہ سے علم کا استحصال ہو رہا ہے، ہمارے اساتذہ ہمارے حکمران، تعلیمی اور انتظامی ادارے کوئی کیا اپنی ذمہ داری ٹھیک نبھا رہے ہیں اسی لئے معاشرہ آئے دن پستی اور زوال کا شکار ہوتا جا رہا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا ایسا کوئی لائحہ عمل نہیں جو اس جمود کو توڑ سکے اور معاشرہ اسلامی تعلیمات کا گہوارہ بن سکے؟ جی ہاں! ہمارے پاس ایسا نظام حیات ہے جو مردہ انسانوں کے اندر زندگی کی روح پھونکنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اس آفاقی نظام کے پیش کار نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم ہیں ضرورت اس امر کی ہے کہ:

- سب سے پہلے افراد کے ذہنوں میں خدا کا صحیح تصور اور عقیدۂ آخرت کی اہمیت پر زور دیا جائے۔ نیز شرک سے اجتناب کی ہر ممکن کوشش کی جائے۔ تاکہ لوگ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے افعال میں اللہ تعالی کے سامنے جواب دہی کے تصور کو جگائیں رکھیں اور صحیح نصب العین اور اعلیٰ وارفع اقدارِ حیات کے حصول کی خاطر کوشاں رہیں۔ فکری انحراف اور ملحدانہ عقائد کی بیخ کنی کی بے حد ضرورت ہے اس سلسلے میں صحیح دین کی تعلیم کی ضرورت ہے تاکہ گمراہی کی طرف نہ تو خود جائیں نہ معاشرے کے افراد اور نوجوان ایسی راہ اختیار کریں۔
- علماء و خطباء اور داعیانِ دین فروعی مسائل پر بحث و تحقیق کرنے اور مناظروں و مباحثوں میں وقت لگانے کی بجائے ترجیحاتِ دین پر توجہ دیں کہ کرنے کے کام ابھی بہت ہیں ورنہ یہی حالت رہی تو ہماری شناخت بھی مٹ جائے گی۔
- اصلاحِ معاشرہ میں خطبہ جمعہ کا کلیدی رول ہے، اس کی فعالیت کو بحال کرنے کے لیے بستی اور شہر کے سارے مرکزی مساجد میں حاضرین کی زبان میں خطبہ جمعہ کا اہتمام کیا جائے اور امام وخطیب کے تعین میں روایتی ذہنیت کو نظر انداز کرتے ہوئے ایسے آئمہ وخطباء کا انتخاب

کیا جائے جو نیک اور صالح ہونے کے ساتھ باصلاحیت ہوں تا کہ عوام کی صحیح رہنمائی کر سکیں
۔

- ناظرہ قرآن اور قرآن فہمی کے لیے ہر محلہ کی مسجد میں حلقے قائم کیے جائیں، عوامی دروس کا بکثرت اہتمام کیا جائے اور ناخواندہ حضرات کو ضروریاتِ دین سے واقف کرانے کے لیے کلاسز منعقد کیے جائیں۔
- اصلاح معاشرہ میں خواتین کے بنیادی کردار کو بحال کرنے کے لیے علیٰحدہ خواتین کے لیے دینی اجتماعات کا نظم کیا جائے، گھر کے اندر ماں کے کردار کو فعال کیا جائے، گھر میں بچوں کو دینی ماحول فراہم کیا جائے، دینیات پر مشتمل کتابوں کی چھوٹی لائبریری بنائی جائے، عیسائی مشینریز کے زیر اہتمام چلنے والی درسگاہوں میں بچوں کو تعلیم دلانے کی بجائے ایسے سکولز کے انتظامات کیے جائیں جہاں دینی ماحول ہو۔
- اور ہر شخص کو دوسروں کی اصلاح کے لیے فکر مند ہونے سے پہلے اپنا احتساب کرنا ہو گا، خود کو بدلنا ہو گا۔ کیونکہ افراد سے ہی معاشرہ بنتا ہے۔ فرد کی جب تک اصلاح نہ ہو گی معاشرے کی اصلاح کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا۔
- معاشرے کے اندر کسی ایسے ادارہ کی تشکیل کی جائے جو اصلاح و فساد کا تعین کرے اور ان تدابیر کو قابلِ عمل بنائے جن سے بگاڑ کی روک تھام ہو سکے۔ دینی نقطۂ نظر سے اس کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ امت مسلمہ کی خصوصیت میں یہی بات بیان فرمائی گئی ہے۔

﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾(28)

تم وہ بہترین امت ہو جو لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتی اور برائی سے روکتی ہے۔

امت کے ایک گروہ کیلئے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو فریضہ قرار دیا ہے۔

﴿وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴾(29)

تم میں سے ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے جو بھلائی کی طرف بلائے، اچھے کاموں کا حکم دے اور برائی سے روکے یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

اس طرح اگر امت مسلمہ اپنے فریضہ کو پہچانے، اس کا صالح عنصر مجتمع ہو جائے اور اس کا اپنا ذاتی اور اجتماعی رویہ خالص راستبازی، انصاف، حق پسندی، خلوص اور دیانت پر مضبوطی سے قائم ہو جائے تو منظم نیکی کے سامنے منظم بدی باوجود کثرت بھی شکست کھا جائے گی۔

- تعلیم و تبلیغ کے ذریعے وہ تمام صورتیں اختیار کی جا سکتی ہیں۔ جو دورِ حاضر میں نشر و اشاعت کے کام میں لائی جاتی ہیں۔ مثلاً اخبارات، ریڈیو، ٹیلی ویژن مذاکرات وغیرہ کے ذریعہ سے دینی اقدار اور اسلامی طرزِ حیات کی تفہیم کو فروغ دینے کی کوشش کی جائے، حقیقت یہ ہے کہ دورِ حاضر میں یہ ذرائع عوامی رجحانات کو بدلنے اور نیا رخ دینے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ معاشرے کے اندر غلط رجحانات کی ترویج میں ان اداروں کا بڑا حصہ ہے۔
- یہ ادارہ معیاری معاشرت کے لئے عمدہ نمونہ اور مثال پیش کرے جس کی نہج پر پورے معاشرے کو ڈھالا جا سکے۔ نبی کریم ﷺ نے جنا صولوں کو بیان کیا تھا، ان اصولوں پر مبنی ایک سوسائٹی مدینہ طیبہ میں تشکیل دی تھی اس معاشرہ کا ہر فرد ان اصولوں کی جیتی جاگتی تصویر تھا۔ لہٰذا معاشرتی تعمیر و ترقی کے لئے یہ ضروری ہے کہ نمونے کے چند افراد پر مشتمل ایک ایسی وحدت قائم ہونی چاہئے جس کو سامنے رکھ کر پورے معاشرے کو استوار کیا جا سکے۔
- معاشرے میں مسجد کی دینی اور سماجی حیثیت کو اجاگر کیا جائے اور اصلاح معاشرہ کے لئے مسجد کو مرکزی حیثیت دی جائے کیونکہ نظمِ اجتماعی کے لئے ایک مرکز کا ہونا ضروری ہے۔ جب تک مسلم سوسائٹی مسجد سے اپنا تعلق مضبوط نہیں کرتی اور مسجدیں پورے معاشرے پر اثر انداز ہونے کی صلاحیتوں کی حامل نہیں بن جاتیں، اس وقت تک اصلاح کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔
- تعلیمی ادارے معاشرے میں اہمیت کے حامل ہیں۔ معاشرے کے اجتماعی شعور اور انفرادی تشخص کے ارتقاء کا دارومدار تعلیمی اداروں پر ہے جہاں اساتذہ اہم کردار ادا کر سکتے ہیں اس لئے ایسے اساتذہ کا انتظام کیا جائے جو طالب علموں میں اسلامی اقدار کو راسخ کر دیں۔ اس کے علاوہ تعلیمی اداروں میں نصابات کی بھی جانچ پڑتال کی جائے اور ایسی تمام چیزیں جو روحِ دین

کے منافی ہوں، ان کو پڑھاتے وقت تنقیدی طریقہ اختیار کیا جائے تاکہ طالب علم ان کی حقیقت سے واقف ہو جائیں، نیز ان داروں میں بنیادی دینی تعلیمات کا انتظام کیا جائے تاکہ طلباء اسلام کی اصلیت اور اس کی روح سے مکمل واقفیت حاصل کر سکیں۔

- معاشرے میں معاشی ناانصافی، اسراف، بخل و ظلم اور ارتکازِ دولت نہ ہونے پائے۔ حکومت ان تمام ذرائع پر پابندی عائد کر دے جو عوامی بہبود کے لئے ضرر رساں ہیں۔ معاشی نظام میں سود، احتکار و اکتناز، رشوت اور لوٹ کھسوٹ کی تمام صورتیں قانوناً اور حکماً بند کر دی جائیں تاکہ معاشرہ طبقاتی معاشرت کا شکار نہ ہو۔
- معاشرے کی اصلاح اور تعمیر کی خاطر حدود و تعزیرات کا نظام بھی قائم کیا جائے۔ جن کے ذریعے معاشرہ کو ان افراد سے محفوظ کیا جائے جو تعلیمی ترغیبات اور اخلاقی ذرائع سے اصلاح قبول نہ کریں اور معاشرے کے قانون کی خلاف ورزی کریں۔ اس کے نفاذ سے سماجی جرائم کا انسداد ہو گا اور معاشرہ غیر صالح عناصر کی فتنہ انگیزیوں سے محفوظ رہے گا۔
- سب سے اہم بات یہ ہے کہ ملک کا پورا نظام اسلامی ہو جس میں افراد اور معاشرہ روحِ دین سے سرشار ہو اور غیر اسلامی نظریات سر نہ اُٹھا سکیں۔ نظام کی تشکیل اس طرح ہو کہ غیر اسلامی نظریات کی بجائے اسلامی تعلیمات کی گرفت مضبوط ہو گی اور سوشل میڈیا کے استعمال پر انصاف سے چیک رکھا جائے گا فکر دانش و قلم کا ستعمال درست ہو گا آگاہی بڑھے گی گلوبل ویلج کے اصول میں عالمی سطح کے اسلام دشمن عناصر کا پتہ چلایا جائے گا تاکہ ہم لیکر کے فقیر نہ ہوں ایسے باصلاحیت باشعور نوجوان بنیں اور پیدا کریں جو معاشرہ کو صحیح سمت لے جائیں۔
- جب باطل عقائد کی بیخ کنی ہو گی فکر و عمل پر پیرا ہو اجائے گا فکری جہاد کی طرف نوجوان آئیں گے اسلامی نظریات کو اپنایا جائے گا تو نوجوان اپنی خلوت و جلوت کی حفاظت کرے گا ۔ معاشرے کے افراد جوان بوڑھے بچے خواتین اپنے اندر یکسانیت پیدا کریں گی قول و فعل کا تضاد کا خاتمہ تعمیر و ترقی کا ضامن بن جائے گا۔
- نوجوان کی ذہن سازی علما خیر بن کر کریں تعلیم برائے تربیت سور تزکیہ ہو اور نوجوان کو فتنوں کے دور سے کیسے بچ کر نکلنا ہے اس سلسلے میں تمام علوم و فنون سکھائے جائیں ۔نوجوان کو

مثبت اہداف اپنانے کے لئے ساتھ میں مثبت راہنمائی کی ضرورت بھی ہے وہ والدین اساتذہ اور سرپرست اور علما دین خیر کی نیت سے کریں۔

لیکن اس کے ساتھ ساتھ لازم ہے کہ ہر فرد "اپنی اصلاح آپ" کے اصول کو اپنائے اور دوسروں کی اصلاح سے پہلے اپنی اصلاح کرے۔ اصلاح معاشرہ کا آغاز انسان کی اپنی ذات سے ہوا ہے۔ اس سے وہ پیچیدگی دور ہو جائے گی جو دوسروں کی اصلاح کرنے کی صورت میں پیش آتی ہے۔ "اپنی اصلاح آپ" کے اصول کا ایک فائدہ یہ بھی ہو گا کہ افراد کے سامنے معیار کا تصور واضح ہو گا اور ہر شخص اس معیار کے مطابق اپنے آپ کو ڈھالتا چلا جائے گا۔(30)

معاشرہ تبھی جنت کا نمونہ پیش کر سکتا ہے جب نبی کریم ﷺ کی ہدایات پر عمل کرے آپ ﷺ نے جیسے نوجوانی میں زندگی گزاری ۔ آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کو کیا تعلیم دی اخلاقیات آداب عقائد عبادات معاملات اقدار سکھائیں۔ آج ہم میں کیا وہ خوبیاں ہیں ؟جو ہمارے معاشرے کی تعمیر و ترقی کے لئے ضروری ہیں۔ ہم جب تک دوسروں کو نصیحت اور تاکید نہیں کر سکتے اسلئے کہ وہ نصیحت اثر تب رکھتی ہے جب اس پر خود عمل ہو۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا اسوہ اور سیرت ہے ۔ مکی زندگی میں دعوت حق کے لئے نوجوانان کا کردار ہمارے سامنے ہے نبی کریم ﷺ خود غار حرا جاتے عبادت میں مشغول رہتے آپ نے نوجوانی کے ایام کتنے پاکیزہ بسر کئے کوئی ایسی عادت نہ تھی جو معیوب ہو حرام تو دور کی بات ۔ کیا آج ہمارا کردار ایسا ہے ؟۔

آپ ﷺ نے قرآنی آیت لماتقولون وما تفعلون کی مثال بن کر دکھائی کہ جو بات کہتے اس پر خود سب سے پہلے عمل کرتے۔ ہمارا کردار گفتار انداز عمل ایسا ہو جیسا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو پسند ہے۔ معاشرہ میں بستے خاندان گھر اجتماعی عملی زندگی تبھی بہتر ہو گی جب ہم عدل و انصاف سے کام لیں ظلم کا خاتمہ کریں۔ اپنی ذمہ داریاں کماحقہ سرانجام دیں۔ تو ہمارے نوجوان کامیاب معاشرتی ترقی کے ضامن ہو سکتے ہیں۔

نوجوان معاشرے کی تعمیر و ترقی کے لئے کیا لائحہ عمل اختیار کریں اس کے لئے چند تجاویز ہیں

- نوجوانوں کے ذہنوں میں تصور خلافت، عقیدہ رسالت اور عقیدہ آخرت جیسے بنیادی اور اہم تصورات کا صحیح شعور بیدار کریں۔

- ایسے مثالی نوجوان بنیں کہ لوگ کہیں کہ واقعی محمد ﷺ کا امتی ہے، باعمل باکردار بااخلاقور بارعب مومن نوجوان۔ جیسا کہ اقبال نے کہا

وہی جوان ہے قبیلے کی آنکھ کا تارہ شباب جس کا ہے بے داغ، ضرب ہے کاری (31)

- نوجوانوں کو اخلاقی ورحانی، سماجی اور فکری طور سے تیار کرنے کی ضرورت ہے تاکہ وہ گلوبلائزیشن کے اس دور میں دنیا کی قیادت کرسکیں۔
- نوجوانوں میں ایسی اسلامی بصیرت اور وژن پیدا کرنے کی ضرورت ہے کہ وہ نہ صرف ملت اسلامیہ کی بلکہ پوری دنیا کی رہنمائی کا ذریعہ ثابت ہو سکیں۔
- انہیں اسلامی علوم بالخصوص قرآنی تعلیمات سے روشناس کرانا تاکہ وہ ہر میدان میں دنیا کو ایسے متبادل فراہم کرسکیں جو الٰہی ہدایات اور اقدار پر مبنی ہوں۔ نیز انہیں نوجوانوں کو تعلیم کے زیور سے اس طرح آراستہ کرنا کہ وہ علم کی تقسیم کے قائل نہ رہیں، انہیں تعلیم ایک اکائی کی حیثیت سے دی جائے، علم کی دینی ودنیوی خانوں میں تقسیم کسی بھی طور سے درست نہیں ہے۔
- حیا ایمان کا ایک جزو ہے اور نکاح حیا کو سلامت رکھتی ہے معاشرے میں بے حیائی نہ پھلے اور کم ہو ضروری ہے کہ نکاح کو فروغ دیا جائے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ البَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ))(32)

اے نوجوانو! جو شادی کر سکتا ہے وہ ضرور شادی کرلے کیونکہ نگاہوں کو نیچا رکھنے اور شرم گاہ کی حفاظت کا یہی سب سے بہتر ذریعہ ہے اور جو شادی نہ کرسکے تو پھر وہ روزے رکھا کرے یہی اس کے لئے ڈھال ہے۔

- ان میں ایسی دعوتی اسپرٹ پیدا کرنا کہ وہ ہر جگہ داعی کی حیثیت سے اپنے آپ کو پیش کر سکیں صاحب کردار بنیں آدمی صاحبِ کردار اگر ہوتا ہے اس کی آواز میں، باتوں میں اثر ہوتا ہے

الغرض نوجوانان کی ذمہ داری ہے کہ خود بھی اور معاشرے کے افراد کو فکری پراگندگی وانتشار، ذہنی رذالت وسطحیت، کم حوصلگی، خواہشاتِ نفسانی اور وساوس سے بچے اور فراغت ک اسب سے زیادہ نقصا

ن دیکھنے میں آیا، کیونکہ جسم کو تو اپنے تقاضے کے مطابق حرکت میں رہنا ہی ہے۔ اب وہ حرکت بالخصوص اس وقت جب اسے شدتِ جذبات کی پشتیبانی بھی حاصل ہو تو بجائے مثبت اور تعمیری کاموں پر لگنے کے وہ منفی اور تخریبی امور سرانجام دیتی ہے۔ جس سے معاشرتی بگاڑ پیدا ہوتا ہے اور مسلّمہ اقدار کی بے حرمتی ہونا شروع ہوجاتی ہے۔ اس مسئلے کا حل یہ ہے کہ ایسے نوجوانوں کو ذہنی یا عملی طور پر ان کی صلاحیت کے مطابق مصروف رکھا جائے۔ تعلیمی، فنی، تجارتی، انتظامی یا دیگر سرگرمیوں میں سے کسی کی طرف لگادیا جائے۔

بزرگوں کی فکر اور حکمت و دانائی نوجوانوں کی رہبر و رہنما بنے گی تو معاشرہ ترقی اور عروج میں آسمان کی بلندیوں کو چھونے لگے گا۔

علامہ اقبال کا یہ پیغام ذہن میں نوجوان کو رکھنا چاہئے . سبق پڑھ پھر صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

ایک عربی شاعر ہاشم الرفاعی نے نوجوان کے متعلق خوب کہا:

شباب ذللوا سبل المعالي وما عرفوا سوى الإسلام دينا

تعهدهم فأنبتهم نباتا كريما طاب في الدنيا غصونا

وإن جن المساء فلا تراهم من الإشفاق إلا ساجدينا

كذلك أخرج الإسلام قومي شبابا مخلصا حرا أمينا

وعلمه الكرامة كيف تبنى فيأبى أن يقيد أو يهونا(33)

ترجمہ: 1۔ ایسے نوجوان جنہوں نے ترقی اور بلندیوں کے تمام راستے مسخر کر لئے، انہوں نے دین اسلام کے علاوہ کوئی دین پہچانا ہی نہیں۔

2۔ اسلام نے ان کے ایمان کی تجدید کرتے ہوئے ایسا پودا لگایا جو عمدہ ہے اور جس ک شاخیں اس دنیا سے اچھی ہیں۔

3۔ اگر رات کی تاریکی چھا جائے تو تم ان کو نہیں دیکھتے مگر اللہ تعالی کے ڈر اور خوف سے سجدے کی حالت میں

4۔ اسی طرح اللہ نے میری قوم سے نکالے ہیں مخلص اور آزاد منش اور امانتدار

5۔زندگی اور عظمت کیسے بنانی ہے ؟اسے سکھایا ہے پس ذلت ورسوائی کے ہر سبب سے دور رہتا اور انکار کرتا ہے۔

عصر حاضر کے نوجوان کے لئے علامہ اقبال کے کچھ اشعار درج کرتی ہوں وہ کہتے ہیں:

شرابِ کہن پھر پلا ساقیا-وہی جام گردش میں لا ساقیا مجھے عشق کے پر لگا کر اڑا---- مری خاک جگنو بنا کر اڑا خرد کو غلامی سے آزاد کر-جوانوں کو پیروں کا استاد کر ہری شاخِ ملت ترے نم سے ہے ---- نفس اس بدن میں ترے دم سے ہے

تڑپنے پھڑکنے کی توفیق دے----دلِ مرتضٰی سوزِ صدیق دے جگر سے وہی تیر پھر پار کر ---- تمنا کو سینوں میں بیدار کر جوانوں کو سوز جگر بخش دے----مرا عشق میری نظر بخش دے۔(34)

المختصر یہ کہ معاشروں کی تعمیر وترقی میں نوجوان کا کردار ہمیشہ سے اہم رہا ہے۔علامہ اقبال ایک جگہ کہتے ہیں

خاکی ونوری نہاد بندۂ مولی صفات ہر دو جہاں سے غنی اس کا دل بے نیاز
اسکی امیدیں قلیل اسکے مقاصد جلیل اس کی ادا دلفریب اسکی نگہ دل نواز
نرم دمِ گفتگو گرم دمِ جستجو رزم ہو یا بزم ہو پاک دل وپاک باز(35)

آج انہی مقاصد جلیلہ کی ضرورت ہے جو اللہ سبحانہ تعالی نے نوجوان کے ذمے لگائے ہیں اس میں خود ان ڈفوت ک واپنانا ہو گا تا کہ معاشرہ ترقی کی راہ پر گامزن ہو۔سیرت نبوی کے حوالے سے آپ ﷺ کے معاشرتی کردار اور تعمیر معاشرہ پر کتنے ہی صفحات بھی لکھ لئے جائیں کم ہیں۔ہمارے پاس نبی کریم ﷺ کی زندگی سے مستند ہزارہا امثلہ اور احادیث کا ذخیرہ موجود ہے جسے ہمیں اپنانا ہو گا اور معاشرے کی تعمیر وترقی کے لئے ہر ایک نوجوان کو فعال مسلمان بن کر اپنی ذمہ داری کرنی ہے مدینہ میں قائم کردہ معاشرہ کی طرز اپنانا ہو گی جس میں معاشرے کے ہر فرد کے لئے نبی کریم ﷺ رحمت تھے ایسا روشن اور تابناک ستارہ بننا جو اسلام کو مطلوب ہے۔آج ہم جن مشکل حالات سے گزر رہے ہیں اس کی وجہ دین کی تعلیمات سے دوری ہے ۔نبی کریم ﷺ کی تعلیمات اور اسوہ پر عمل پیرا نہ ہو کر مسلمان زوال پذیر ہیں۔ہمیں دشمنان اسلام کی چیرہ دستیوں کا سامنا ہے سازشوں کے جال بن کر اسلام کو بدنام کیا جارہا ہے اس لئے نوجوان اپنا بھرپور کردار ایسے ادا کریں کہ سانچہ سیرت نبوی میں ڈھل جائیں کسی اسلام دشمن کی جرات نہ ہو کہ وہ میلی آنکھ سے اسلام کو نقصان پہنچائے اور ایسے باطل کا مرتکب ہو جس سے نبی کریم ﷺ کی شان میں کوئی فضول حرکت کر سکیں۔

حوالہ جات وحواشی

1. مرتضی حسینی زبیدی، تاج العروس، ،مطبعۃ حکومۃ الکویت، ج13 / 53، نیز دیکھئے ابن خلدون، مقدمہ ابن خلدون، نفیس اکیڈمی، اردو بازار کراچی، ص:76

2. ایضاً نیز دیکھئے معجم الوسیط، مجمع اللغۃ العربیہ،مکتبہ الشروق الدولیہ۔ ص:758 ،ابن منظور افریقی، لسان العرب، ج4، ص:570

3. http://www.oxforddictionaries.com/definition/english/society

4. Bogardus, Emory, Sociology, The Macmillan Company, New York, 1954,

5. کلیات اقبال، اقبال اکادمی، لاہور

6. الصحیح البخاری، کتاب الاذان ،بابُ مَنْ جَلَسَ فِي المَسْجِدِ يَنْتَظِرُ الصَّلاَةَ وَفَضْلِ المَسَاجِدِ، حدیث نمبر:660

7. الاحقاف:١٥

8. الحج:5

9. الانعام:152

10. النساء:6

11. الانبیاء:60

12. الکہف 13۔

13. سورۃ البقرہ:44

14. الاعراف:179

15. سورۃ النحل:90

16. سورۃ الانعام:151 نیز دیکھئے سورۃ الاسراء:32

17. سورۃ المائدۃ:79

18. سورۃ النور:21

19. ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر ج ٢ ص ٨٢، طبعۃ دار طیبۃ قاہرہ مصر۔

20. سورۃ ص:22

21. سید ابوالاعلی مودودی، تفہیم القرآن، جلد دوم۔ ص:67، حاشیہ 566۔ ادارہ ترجمان القرآن لاہور۔

22. **البدایہ ولنھایہ، ابن کثیر**،طبعۃ دار ابن کثیر،2/97،۔2010ء

23. ابن خلدون، تاریخ ابن خلدون، نفیس اکیڈمی کراچی، جلد اول،164ص:164۔2003

24. ایضاً، جلد اول ص:42

25. محمد رضا خان، تاریخ مسلمانان عالم،، ص:637، علمی کتاب خانہ لاہور،1994

26. کلیات اقبال، اقبال کادمی لاہور

27. الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، زید بن حارثۃ، ج ۲، ص ۴۹۵

28. آل عمران:110

29. آل عمران:104

30. سید ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن ج ۲ ص ۶۷۔

31. کلیات اقبال، اقبال کادمی لاہور

32. صحیح البخاری، بخاری ، کتاب النکاح، بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ البَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، حدیث نمبر:5065۔

33. محمد شریف بلغاری، عصر حاضر میں نوجوانوں کی ذمہ داریاں، ص:94، دار الاندلس ،2004۔ نیز دیکھئے

http://www.adab.com/modules.php?name=Sh3er&doWhat=shqas&qid=74369

34. کلیات اقبال، بال جبرئیل، اقبال کادمی لاہور، ص:142

35. ایضاً